درس حدیث

یحییٰ نعمانی (الفرقان لکھنؤ)

استقامت

(۲)

اللہ کی اطاعت شعاری کو اپنا مستقل طریقہ اور اس کے دین پر سرد وگرم حالات میں جم جانے والے بندوں کا کیا عظیم حال ہے!۔ ان کی دل بستگی اور راہ حق پر قدم جمانے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ ان کے ہم دوش کر دیے جاتے ہیں، جو ان کے دلوں کو ربانی کیفیات اور رحمانی سکینت سے معمور کرتے رہتے ہیں، ہر دم قدم ان کی رفاقت و مدد کرتے ہیں، اور راہ حق میں ان کی سرفرازیوں اور اقبال مندیوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور اگر اللہ کے تقدیری وتکوینی فیصلے کے تحت وہ مشکلات ومصائب سے دوچار بھی ہوتے ہیں، تو بھی ان کے قلوب کو ملائکہ مطمئن رکھتے ہیں۔ اللہ کے یہ مقرب بندے جب دنیا کی لذتوں سے محروم ہوتے ہیں، اور عیش کوشوں کی لذت اندوزیوں اور زیب وزینت آرائیوں سے دور سادہ وفقیرانہ زندگی گذارتے ہیں، اس وقت بھی ان کا دل خوش وخرم اور خدا مست وخدا آشنا ہوتا ہے۔

(ا) حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: حضور! مجھے اسلام (لانے کے بعد) کسی ایسی (جامع) بات کا حکم دے دیجئے جس کے بارے میں آپ کے علاوہ کسی سے کچھ نہ پوچھنا پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ (صحیح مسلم)

استقامت کیسی جامع صفت ہے اور اس کا دین میں کتنا اونچا درجہ ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جب کسی ایسی جامع نصیحت کی درخواست کی گئی جس کے بعد پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی حاجت نہ رہے تو آپ ﷺ نے بس یہ فرمایا کہ: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔ سنن ترمذی اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہو: میرا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ کی ربوبیّت اور اپنی بندگی کے اقرار پر استقامت اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ اس اقرار وایمان کے بعد اللہ کی جیسی بندگی والی زندگی اور اس کے احکام کی جیسی پابندی ہونی چاہئے انسان ویسا کرنے کی کوشش کرے۔

تصوف کے مشہور امام شیخ ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں: استقامت ایسا مقام ہے جس سے دین کے تمام ارکان کامل ہوتے ہیں۔ یہ ہزار خوبیوں اور خیر وسعادت کا سبب بنتی ہے۔ جس کے دینی حال میں استقامت نہ ہو تو اس کی سعی وکوشش ناکام ہی رہے گی۔ (**الاسقامة درجة بها كمال الأمور وتمامها، وبوجودها حصول الخيرات ونظامها،**

و من لم یکن مستقیما فی حالہ ضاع سعیہ و خاب جھدہ).

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک دین و شریعت پر کاربند رہو، (اور اگر پورے طور پر شریعت کی پابندی نہ ہو سکے، کچھ غلطی ہو جائے تو بہرحال) اعتدال میں رہتے ہوئے جتنا کر سکو اتنا کرو۔ اس لئے کہ یہ بات طے ہے کہ تم میں سے کوئی (محض) اپنے عمل کی بناء پر جنت میں داخلہ نہیں پائے گا۔ (حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ) لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! میں بھی نہیں الا یہ کہ اللہ اپنی رحمت اور انعام سے مجھے ڈھانپ لے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ شریعت پر استقامت اختیار کریں۔ حدیث میں ”سـدّ دوا“ کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں کسی بھی قول یا عمل میں بالکل حق وصدق کو اختیار کرنا۔ اور یہ بالکل وہی چیز ہے جس کو اوپر استقامت کہا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بھی اشارہ فرمایا کہ اگر عزم کی کمزوری اور نفس و شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے کسی بندے کی استقامت میں رخنہ پڑ جایا کرے تو وہ استقامت کے مطلوبہ درجہ کو حاصل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرے اور جتنا کر سکے کرے، ارشاد فرمایا ”**وقاربوا**“۔

پھر آپ ﷺ نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اگر کسی سے مکمل استقامت کے ساتھ شریعت کی پابندی نہ ہو سکے تو بھی اس کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، اس لیے کہ کوئی انسان بھی اپنے عمل کی بنیاد پر جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا، ہر ایک کو اللہ کی رحمت اور اس کا انعام ہی جنت میں لے جائے گا۔ جنت اللہ کا انعام ہے، بندے کا اللہ پر حق نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اعمال صالحہ کا کوئی دخل جنت کے حصول میں نہیں ہے اور نہ یہ حدیث ان آیتوں اور حدیثوں کے خلاف ہے جن میں اعمال صالحہ کی بنیاد پر اہل ایمان کے جنت پانے کا تذکرہ ہے، بلکہ اس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اگر جنت اپنی محنت اور استحقاق سے ملتی تو کوئی اس کا حق دار نہ ہوتا۔ جنت تو اللہ کا انعام اور اس کا صدقہ ہے۔ اور وہ کریم توبہ کرنے والے گناہ گاروں اور اپنی سکت بھر اس کی شریعت کے اتباع کی کوشش کرنے والوں کو اس انعام سے ضرور نوازے گا۔ لہٰذا اگر بندے کو پورے طور پر استقامت کی شان نہ حاصل ہو سکے، تو اس کو اس مقام کے قریب ہونے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اسی پر اللہ سے امید رکھنی چاہئے کہ وہ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ ہاں! نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر نظر کر کے اپنے اس انعام سے ضرور نوازے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب تعجب سے پوچھا کہ کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بھی اپنے عمل واستحقاق کی بنیاد پر جنت میں نہیں جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”نہیں! میں بھی نہیں، الّا یہ کہ مجھ پر بھی اللہ اپنی رحمت کا سایہ کرے“ تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جنت میرے حق میں بھی اللہ کا انعام اور احسان وفضل ہی ہے۔

اس حدیث کا اصل پیغام وتعلیم ہم سب لوگوں کے لیے یہ ہے کہ سارے اہل ایمان استقامت کے مقام کے

حصول کی کوشش کریں اور مکمل طور پر شریعت کی پابندی کا عزم کریں۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو وہ اس کے قریب ہونے کی کوشش کرے اور اللہ سے اچھی امید رکھے۔

یہ حدیث دراصل اللہ کی رحمت کا اعلان ہے۔ اوّل تو اللہ کی شریعت ہی آسان ہے پھر اللہ ایسا رحیم ہے کہ اگر انسان سے اپنی سی کوشش کے بعد کوتاہیاں ہو جاتی ہوں تو بھی اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اگر ہم سے گناہ ہو جائے اللہ کا کوئی حکم ٹوٹ جائے پھر ہم توبہ کر لیں تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کر کے ہمیں استقامت والے بندوں میں شامل فرمالے گا۔ **فا للّٰہ الحمد کلّہ**۔

(۳) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: استقامت اختیار کرو۔ اور تم مکمل طور پر استقامت اختیار نہیں کر سکو گے۔ (تو جس قدر ہو سکے کرو) اور جان لو کہ تمہارے سارے اعمال میں نماز سب سے بہتر عمل ہے۔ اور وضو کی پابندی صرف اللہ پر ایمان رکھنے والا بندہ ہی کر سکتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے استقامت کا حکم دینے کے بعد اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مکمل استقامت یعنی اپنے قول و عمل اور باطنی نیتوں اور خیالات و جذبات میں شریعت کی پابندی یہ نہایت اونچا مقام ہے اور کم ہی لوگوں کو حاصل ہو پاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کمال حاصل نہ کر سکے تو اپنے طور پر اس کی کوشش تو کرنا ضروری ہے...... آپ ﷺ نے گویا استقامت کے حصول کے عملی طریقے کی طرف اشارہ فرمایا کہ نماز اس مرتبہ کے حصول میں سب سے زیادہ مددگار عمل ہے۔

نماز انسان کو اللہ سے تعلق و محبت کی صفت سے مزیّن کرتی اور اس کے قلب و باطن کو ہویٰ وہوس کی گندگیوں سے اس طرح پاک کرتی ہے کہ اس کے لیے استقامت کے ساتھ اللہ کے حکموں پر جم جانا اور ان کی پوری پابندی کرنا آسان ہو جاتا ہے...... سورہ ہود کی جو آیت اوپر ذکر کی جا چکی ہے اور جس میں آنحضرت ﷺ کو اور تمام اہل ایمان کو کفر و ظلم کے مقابلے میں استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہاں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس استقلال و استقامت کے حصول کی تدبیر یہ ہے کہ تم نماز کا خصوصی اہتمام کرو۔ قرآن مجید میں یہ بات بار بار فرمائی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں شیطان اور اس کے اعوان و انصار کی طرف سے جو مزاحمتیں پیش آتی ہیں ان کے مقابلہ کے لیے بندے کو اصل روحانی طاقت نماز سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ نماز (اور اچھی نماز) کے نتیجہ میں انسان کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ اور مضبوط تعلق قائم ہو جاتا ہے، پھر اس کے قلب پر انوار و برکات رحمانی کا فیضان ہوتا ہے، اس کا دل وسوسوں اور کمزوریوں سے پاک اور نفس و شیطان اور کفر و ظلم کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔